○ عوامی اجتماعات اور جمعہ کے خطبات میں ایسی تقریریں کی جائیں گی جن سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق پیدا ہو اور ' عوامی سطح پر ایسے اجتماعات منعقد کیے جائیں گے جن سے تمام مکاتب فکر کے علما بیک وقت خطاب کر کے ملی یک جہتی کا عملی مظاہرہ کریں۔

○ مختلف مکاتب فکر کے متفقات اور مشترکہ عقائد و نکات کی تبلیغ اور نشرواشاعت کا اہتمام کیا جائے گا۔

○ باہمی تنازعات کو افہام و تفہیم اور تحمل و رواداری کی بنیاد پر طے کیا جائے گا۔

○ ضابطہ اخلاق کے عملی نفاذ کے لیے ایک اعلیٰ اختیاراتی بورڈ تشکیل دیا جائے گا جو اس ضابطے کی خلاف ورزی کی شکایات کا جائزہ لے کر اپنا فیصلہ صادر کرے گا اور خلاف ورزی کے مرتکب کے خلاف کارروائی کی سفارش کرے گا۔

۱۹۹۶-۱۹۹۵ کا بجٹ پیش کرنے کی بے جان رسم ادا ہو چکی ہے۔ بجٹ عام آدمی کے لیے کسی امید' خوشی یا روشن مستقبل کا مژدہ نہیں لاتا۔ بلکہ یہ ٹیکسوں میں تھوڑی سی کمی اور ڈھیر سارے اضافے ' عام آدمی کی پیٹھ پر بوجھ میں بھی اسی تناسب سے کمی بیشی ' اور معمول کے اخراجات اور ترقیاتی منصوبوں کا نام بن کر رہ گیا ہے۔ ۱۹۴۷ سے نہ اس کے سانچے میں کوئی ظاہری یا بنیادی تبدیلی آئی ہے ' نہ اس کی روح میں۔ ناپنے اور تولنے کے سارے باٹ ' سوچنے اور فیصلہ کرنے کے سارے پیمانوں کی طرح ' ہم بالکل وہی استعمال کر رہے ہیں جو مغربی استعمار رخصت ہوتے وقت ہمارے ہاتھوں میں تھما گیا۔ جب ہم ' ۱۹۴۷ سے آج تک ' بائیں دی لیفٹ کی جگہ بائیں دی رائٹ سے اپنی فوجی مارچ شروع کرنے کا اہتمام نہ کر سکے ' تو کسی بھی اہم شعبے میں کوئی بنیادی اور روحی تبدیلی کیسے لاتے۔ اب بہرحال یہ بھی ضروری ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے نگراں ایک ایک ہندسے اور نکتے پر صاد کریں ' ممکن نہیں کہ کہیں انحراف ہو جائے۔ آقاؤں کے پیمانوں سے ہلکی سی جنبش کی گنجایش مشکل سے نکلتی ہے۔ وہی طے کرتے ہیں کہ خسارہ کتنا ہو ' ڈیوٹیاں کتنی لگائیں ' قرض کتنا لیں ' آٹے دال کا بجلی پانی کا بھاؤ کیا ہو۔

بال بال قرضوں میں بھی جکڑا جا چکا ہے۔ ہر پاکستانی ۱۲ ہزار روپے کا مقروض ہے۔ جتنی آمدنی ہوتی ہے وہ قرضے بمع سود ادا کرنے میں اور دفاعی اخراجات کے لیے بھی کافی نہیں۔ آمدنی ۲۵۹ ارب روپے متوقع ہے ' قرضوں کی ادائگی میں ۱۵۷ ارب جائیں گے ' اور دفاع پر ۱۱۵ ارب لگیں گے ' یعنی کل ۲۷۲ ارب ' آمدنی سے ۱۳ ارب زیادہ۔ یہ ایسا ہے جیسے کسی کی آمدنی ۱۰۰ روپے ہو ' وہ ۶۰ مہاجن کے

ہاتھ پر رکھ دے اور ۵ ہ چوکیدار کو دے دے 'اس کے بعد اپنی ساری ضروریات اور شوق قرض لے کر پورے کرے - چنانچہ اس سال ۱۱۰ روپے کے مزید قرضے لیے جائیں گے -

بڑے بڑے اعداد و شمار سے عام آدمی کو کچھ حاصل نہیں - وہ تو یہ جانتا ہے کہ گرانی کا روز بروز بڑھنے والا بوجھ اس کی کمر توڑے دے رہا ہے - محترمہ وزیر اعظم نے معیشت کی شاندار کارکردگی پر بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا ہے - کیا یہ خوشی اس بات کی ہے کہ ملک کے کارخانے اتنی بڑی تعداد میں بند ہیں (ایک اندازہ ۴ تا ۵ ہزار کا ہے) کہ اس سال واپڈا کو لوڈشیڈنگ کی ضرورت نہیں پڑی - یا اس بات پر کہ گرانی میں اضافہ کی شرح 'جسے ۷ فی صد تک نیچے لانے کا وعدہ تھا' وہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۱۴ فی صد 'اور صحیح غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۲۰ فی صد سے اوپر ہے - اس کمر توڑ بوجھ کا بار ہلکا کرنے کے لیے جو "زبردست" قدم اٹھایا گیا ہے وہ صرف مرکزی ملازمین کی تنخواہوں میں ۷ فی صد اضافہ ہے - کوئی پوچھے کہ باقی ۱۳ فی صد اضافے کا بوجھ ایک عام آدمی کیسے اٹھائے گا؟ اور اس ۷ فی صد اضافے کی حقیقت کیا ہے؟ گریڈ ۵ کے ایک ملازم کو ۲۲ ۵ ۲ کے مقابلے میں ۲۶.۶ روپے ملنے لگیں گے (۸۲ روپے کا شاندار اضافہ!) - اس کا بھی فوراً ازالہ کر دیا گیا ہے - پٹرول کی قیمت ۵ فی صد بڑھا دی گئی ہے 'جس سے حکومت کو ۵ ارب کی آمدنی متوقع ہے - اس کے علاوہ 'بجلی ' پانی 'گیس 'کرائے بڑھانے کے لامحدود اختیار کارپوریشنوں کو دے دیے گئے ہیں - چنانچہ سال بھر منی بجٹ آتے رہیں گے - ایک اندازے کے مطابق زندگی گزارنے کے اخراجات میں اس سال ۳۰ فی صد کا اضافہ ہو گا -

باقی اگر ہم بجٹ میں ایسے اقدامات تلاش کرنا چاہیں جن سے خسارہ اور قرض کم ہوں 'گرانی کا بوجھ ہٹے ' بے روزگاری میں کمی ہو ' غربت کا ازالہ ہو 'صحت کی سہولتیں فراہم ہوں 'پینے کا صاف پانی ملے ' تعلیم عام ہو 'تو یہ تلاش بے سود ہے - ان اہداف سے سابق سوشلسٹ پیپلز پارٹی کے بجٹ کو کوئی سروکار نہیں - اور اگر کسی کو یہ توقع ہو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ہ کھرب سے زیادہ کے بجٹ میں ایک پائی بھی لوگوں کی اخلاقی ترقی کے لیے رکھی گئی ہو 'تو اسے سخت مایوسی ہو گی -

یہ بجٹ ہمارے معاشی افلاس ہی نہیں ' ذہنی اور اخلاقی افلاس کا بھی آئینہ ہے -

---